www.emarsiya.com

مرثیہ

سب سے مل جل کے کہا آؤ سکینہؑ آؤ

درحالِ حضرت عباسؑ

سنہ تصنیف

1926

سب سے مل جل کے کہا آؤ سکینہؑ آؤ

سب سے مل جل کے کہا آؤ سکینہؑ آؤ
آؤ بس ہو چکا روؤ نہ گلے لگ جاؤ
رو کے وہ بولی کہ تم نہ مجھے بہلاؤ
میں تو جب جانوں تحت ہے کہ پانی لاؤ
پیاس بھر کے بھی پیئوں میں تو سزا دو مجھکو
اپنے ہی ہاتھ سے دو گھونٹ پلا دو مجھکو

(۲)

بھر کے اشک آنکھوں میں فرمایا کہ اے راحتِ جاں
پانی ہوتا تو تمھیں دیکھتے یوں تشنہ دہاں
بھولی باتوں پہ تری جان چچا کی قرباں
لائے پانی کوئی مشکیزہ تو تم لاؤ یہاں
آئے جب آپ ہمیں بھول نہ جانا بی بی
اپنے ہاتھوں سے تم ہی سب کو پلانا بی بی

(۳)

سُن کے یہ چپ ہوئی چہرے پہ بشاشت چھائی
تھی جو بے تاب ، اٹھی اور بہ عجلت لائی
دے کے مشکیزہ گلے لگ گئی وہ شیدائی
گود میں لے کے کھڑے ہو گئے رقت آئی
نہ ہوئی تاب توقف جو دلِ مضطر کو
جھک کے تسلیم کی شبیرؑ کو اور خواہر کو

(۷)

ساتھ اک عمر کا چھٹنے کو ہے پھٹتے ہیں جگر
اور اُمنڈ آئے ہیں دل خیمہ سے آکے باہر
جھکتے ہیں حضرت عباسؑ علی قدموں پر
شاہؑ سینے سے لگا لیتے ہیں ہاں ہاں کہہ کر
ہے جدائی کی گھڑی ہوتے ہیں ٹکڑے دل کے
روتا ہے بھائی سے بھائی جو گلے مل مل کے

(۸)

اذن لے کر جو بڑھے جانبِ شبدیز جناب
تھامنا چاہی بہ عجلت علی اکبرؑ نے رکاب
روک کر اُن کو فرس پر ہوئے اسوار شتاب
رانیں مَس ہوتے ہی ہونے لگا گھوڑا بے تاب
اب سکوں بار ہے دم بھر نہیں دم لیتا ہے
اپنی بے چینیاں قدموں سے دکھا دیتا ہے

(۹)

بھر کے اک آہ سنبھل بیٹھے جنابِ عباسؑ
کئے پاک اشک چھپی صورتِ رنج و غم و یاس
زور تسموں پہ دیا ، دیکھیں رکابیں چپ و راس
ایڑ دی ، رخش بڑھا ، شیر سا بے خوف و ہراس
گرد اٹھی ٹاپوں کی تا دور صدا جانے لگی
بجلی اک کوندتی جنگل میں نظر آنے لگی

(۱۰)

متواتر یہ خبر دیتے تھے جاسوس اُدھر
غازیو آتا ہے یوں ضیغمِ یزداں کا پسر
خشک لب چیں بہ جبیں تیغ کے قبضہ پہ نظر
شیر کا رخ اُسی جانب ہے ترائی ہے جدھر
جو پھریرا کہ ابھی دور نظر آتا ہے
ہم سمجھتے ہیں کہ دریا ہی پہ لہراتا ہے

(۱۱)

برچھی تانے رہیں نہر پہ جو ہیں جرّار
نہ رہے آگے سواروں کے پیادوں کی قطار
نئی بھرتی کا نہ ہو ایک بھی پیدل نہ سوار
خوب سمجھے ہوئے ہوں فوج کے سارے راہوار
ہمہمہ کرکے وہ ضیغم جو ادھر آئے گا
گھوڑے بھڑکینگے تو سب کام بگڑ جائے گا

(۱۲)

کچھ یہ کہتے ہیں کہ اب جان بچانا ہے محال
بھاگو بھاگو نہ کرو ان سے لڑائی کا خیال
جنگ کیسی کہ نہیں آنکھ ملانے کی مجال
اسدُاللہ کے تیور ہیں وہی رعب و جلال
چتونوں میں کشش قہر و غضب پاتے ہیں
صاف وہ شیر ترائی میں نظر آتے ہے

(۱۳)

فرطِ ہیبت سے جو بگڑا ہے نظامِ لشکر
پسرِ سعد شقی کانپ رہا ہے تھر تھر
کسی افسر کو نہیں اپنے رسالے کی خبر
ابتری کا ہے سواروں کی پیادوں پہ اثر
سر کے جاتے ہیں جری ہاتھوں میں تلواریں ہیں
اب صفیں فوج کی گھلتی ہوئی دیواریں ہیں

(۱۴)

صورتوں سے ہیں غم و یاس کے آثار عیاں
مردنی چھائے ہوئے چہرے ہیں ہونٹوں پہ ہے جاں
منتشر فوج کا میدان میں طرفہ ہے سماں
دس ادھر پانچ اُدھر آٹھ یہاں چار وہاں
ہر طرف ذکر یہی اور یہی چرچا ہے
رنگ اب ٹھیک نہیں دیکھئے کیا ہوتا ہے

(۱۵)

شمر کہتا ہے کہ پہلے سے مجھے تھا یہی ڈر
کوششیں میں نے بہت کیں کہ یہ آجائیں ادھر
چھوٹتا حضرت شبیرؑ کا دامن کیوں کر
ہاتھ میں دیں گئے ہیں ہاتھ جنابِ حیدرؑ
شیر یہ قوتِ بازوئے شہؑ والا ہے
اس کو حیدرؑ نے اسی دن کے لئے پالا ہے

(۱۶)

دم میں ہو مارتا یہ دشت یہ صحرا ہوگا
لہریں لیتا ہوا یاں خون کا دریا ہوگا
گھاٹ کا روکنا اس وقت نہ اچھا ہوگا
بھاگو یہ شیر کئی روز کا پیاسا ہوگا
جان بچ جائے گی تم سب کی ادھر آنے سے
غصہ کم ہوگا ترائی کی ہوا کھانے سے

(۱۷)

منتشر ہیں وہ سوا پیک جو لاتے ہیں خبر
اپنے افسر کا ادب تک نہیں غالب ہے یہ ڈر
شانِ آمد کے تصور سے ہے حالت ابتر
خبریں دیتے ہیں اور دیکھتے ہیں مڑ مڑ کر
نام جب حضرت عباسؑ کا آ جاتا ہے
کہنے لگتے ہیں ہر اک بات پہ شیر آتا ہے

(۱۸)

نظریں اٹھ جاتی ہیں سب فوج کی ہو کر حیراں
پھر کہتے ہیں کہاں ہے تو یہ کہتے ہیں جواں
دیکھو وہ دیکھو نمودار دھواں سا ہے جہاں
گرد میں ہوتا ہے رہ رہ کے وہ پنجہ تاباں
بات کہتے میں قریب اور ہوا جاتا ہے
وہ نشاں ہے وہ پھریرا وہ سمند آتا ہے

www.emarsiya.com

(۱۹)

آتے ہی شیر اسد اللہ کا گونجا رن میں
ایک سنّاٹے کا عالم ہوا سارے بن میں
رعشہ دہشت سے پڑا پیل تنوں کے تن میں
دم نہ اسوار میں تھا اور نہ کسی توسن میں
منزلوں تک نہ درندے بھی نکل سکتے تھے
گھوڑے سہمے تھے کنوتی نہ بدل سکتے تھے

(۲۰)

دم بدم جھوم کے نعرے تھے کہ اے لشکرِ شام
روئیں شیروں کے کھڑے ہوتے ہیں سُن کر مرا نام
ہوں میں عباسؑ اسد ربِّ علا کا ضرغام
جن کے لوہے کو ہیں مانے ہوئے اعراب اعجام
وہ جری جن کو ولی ابن ولی کہتے ہیں
چوم کر تیغ کے قبضہ کو علیؑ کہتے ہیں

(۲۱)

ہوں غلام اُس کا جو ہے حاملِ اندوہ و تعب
کربلا آنے سے مظلوم ہوا جس کا لقب
ہے حسینؑ ابن علیؑ فخرِ شجاعانِ عرب
قدمِ اسلام کے تھراتے تھے جس کے سبب
روحِ احمدؐ کی کہو فاطمہؑ کی جان کہو
جس کو ناطق کیا خالق نے وہ قرآن کہو

(۲۲)

بچھڑے شیروں کا علمدار ہوں غم خوار بھی ہوں
پیاسے معصوموں کی الفت میں گرفتار بھی ہوں
زیست درکار ہے گو جان سے بے زار بھی ہوں
مشک بھی بھرنا ہے لڑ مرنے پہ تیار بھی ہوں
لاشے مقتل میں ہیں کچھ جوش دلانے کے لئے
بچے مچلے ہوئے ہیں پانی کے لانے کے لئے

(۲۳)

غیر ممکن ہے ہر اک میری مصیبت جانے
وہ سمجھ سکتا ہے جو جذبۂ فطرت جانے
مانے قرآن کو احکامِ شریعت جانے
فرض ہر طور سے آقا کی رفاقت جانے
ہو غلامِ شہِ کونین وفا رکھتا ہو
جام دل کا مئے الفت سے بھرا رکھتا ہو

(۲۴)

لال نازوں کے پلے ساتھ ہوں جرّار بھی ہو
غیر کا دشت ہو بند آب ہو بے یار بھی ہو
زندگی پیاس سے معصوموں کی دشوار بھی ہو
طلبِ آب میں دشمن سے اُسے عار بھی ہو
تیغ کیا کھینچے گا قابو میں نہ جب دل ہوگا
لڑنا نامردوں سے جرّار کو مشکل ہوگا

(۲۵)

کٹتے سر سیکڑوں ایک ایک دلاور کے لئے
لڑ کے مر جاتا میں اُجڑے ہوئے لشکر کے لئے
پانی لینا ہے مگر شاہؑ کی دختر کے لئے
بے بسی ہے اُسی بچی کی غضنفر کے لئے
رشتہ امید کا ہر سانس سے یوں باندھا ہے
اُس نے رو رو کے دیا ہے یہ وہ مشکیزہ ہے

(۲۶)

تیر استادہ ہے جکڑا ہوا زنجیروں میں
پھر بھی بڑھنے کی نہیں ہمتیں بے پیروں میں
جان تن میں نہیں یا دم نہیں شمشیروں میں
جو چلیں دور ہی سے دیر ہے کیوں تیروں میں
ٹوکو تو رخ کرے لشکر کی صفائی کی طرف
دل کھنچا جاتا ہے ضیغم کا ترائی کی طرف

(۲۷)

کیا مجال ہے قدم لشکرِ جاہل کے بڑھیں
برچھے تانے ہوئے مضبوط جو ہوں دل کے بڑھیں
روک لیں بڑھ کے یہیں موج پہ ساحل کے بڑھیں
جرأتِ شیر یہ کہتی ہے کہ سب مل کے بڑھیں
بھاگتے پھرتے ہوں وہ خوں میں شرابور جو ہوں
ہو تگ و دو میں فشار اُن کا لبِ گور جو ہوں

(۲۸)

ہر طرف برق جہندہ ہو فرس رانوں میں
آئے تیغوں کی شپا شپ کو صدا کانوں میں
حملے شیرانہ ہو نیزوں کے نیستانوں میں
ہو دہائی کبھی دریا کے نگہبانوں میں
لاش ہی لاش ہو ہُو مارتا یہ صحرا ہو
اسدُاللہ کے ضیغم کا وہاں پہرا ہو

(۲۹)

شمع کی لو کے مرقع ہیں سنانیں یہ نہیں
سوختہ خار ہیں تیروں کی زبانیں یہ نہیں
بگڑی تصویریں ہیں ابرو کی کمانیں یہ نہیں
جکڑی زنجیریں ہیں ہاتھوں میں عنانیں یہ نہیں
پھینک دو کھول کے تیغیں کہ خرد باختہ ہو
فکرِ سپاہانہ دکھاؤ سپر انداختہ ہو

(۳۰)

طعن آمیز یہ فقرے تھے سنانوں سے بھی تیز
ٹکڑے ٹکڑے جگر و قلب ہوئے قلب ستیز
دل ہلے سُن کے جو تقریرِ شجاعت آمیز
جان کا خوف بڑھا کر گئے نامرد گریز
پست ہمت ہوئے کوئی نہ پئے جنگ بڑھا
پسرِ سعد شقی دیکھ کے یہ رنگ بڑھا

(۳۱)

اُن سے کچھ دور کھڑے ہو کے یہ بولا مکّار
کیوں کر اُس فوج کو دوں آپ سے حکمِ پیکار
جس میں ہوں شمر کے ماتحت رسالے کے سوار
حکمِ شاہی سے مگر زور نہیں ہوں ناچار
دھیان سے میرے فقط کچھ نہیں ہو سکتا ہے
سوچیے پاس و خیال آپ کو بھی زیبا ہے

(۳۲)

شمر بھی آپ کا کوئی ہے یہ بھائی ہیں اگر
جنگ کرنا نہیں زیبا ہے مخالف ہو کر
اک طرف سے ہوں بُرے، جان کا ہو مفت ضرر
یہی انسب ہے کہ لڑیئے نہ اِدھر اور نہ اُدھر
شاق رنج ان کا بھی ہو بار ملال ان کا بھی
پاس ان کا بھی رہے اور خیال ان کا بھی

(۳۳)

آ رہے ہیں متواتر کئی دن سے یہ پیام
ظلم و سختی سے کرو جنگ بہت جلد تمام
بند ہو آب رواں اور جلیں شہؑ کے خیام
قتل بچے ہوں لٹیں قید ہوں ناموسِ امامؑ
جو کوئی حال پہ بیکس کے ترس کھائے گا
حاکمِ شام کا اس پر بھی عتاب آئے گا

(۳۴)

بیٹھئے آپ ادھر آ کے بہ عیش و آرام
نوش فرمائیے موجود ہے یاں آب و طعام
سخت دشوار ہے اب فتحِ شہنشاہِ امامؑ
جان خطرے میں پھنسانے کا شجاعت نہیں نام
وہ لڑے، لڑنے کو حاکم سے جو بہتر جانے
جیسا ہو جانیں امامؑ اور یہ لشکر جانے

(۳۵)

شہؑ سے یا کہیے کریں بیعتِ حاکم منظور
دخل کچھ اُن میں نہ دیں سلطنتی ہیں جو امور
ڈالنا تہلکہ میں جان کا ہے عقل سے دور
ورنہ لکھ لیجیے یہ ہوگی شکست آج ضرور
دیکھیے سیکڑوں جرّار ہیں اور صفدر ہیں
اُس طرف کون ہے اب آپ ہیں یا اکبرؑ ہیں

(۳۶)

کہہ کے لاحول یہ فرمایا کہ بس روک زباں
رحم کھا شمر کے باعث سے نہ تو او شیطاں
پاس مجھ سے میں چھوڑوں شہِ دیں کا داماں
دوں نجس ہاتھوں میں کفّار کے ناطقِ قرآں
بیٹھ کر کھاؤں پیوں چین سے غدّاروں میں
اور پیمبرؐ کا کلیجہ رہے تلواروں میں

www.emarsiya.com

(۳۷)

پاس حکم اُس کا ، جو ہے بانیٔ ظلم بے داد
جس کی شاہی کی ہے پیاں شکنی پر بنیاد
دھیان کچھ اُس کا نہیں او ستم آرا جلّاد
ہے جو شاہِ دو جہاں تیرے نبیؐ کی اولاد
زر کی امّید میں ہے ظلم و جفا سے مطلب
نہ قیامت کا ہے کھٹکا نہ خدا سے مطلب

(۳۸)

نہر لہراتی رہے جاں بہ لب اصغرؑ ہو جائے
تشنہ لب قتل ہر اک شیرِ دلاور ہو جائے
نہر پانی سے اگر حلق میرا تر ہو جائے
دم نکلنے کی جو ایذا ہے فزوں تر ہو جائے
پیاسا دم توڑنے کا دل میں تاسف نہ کروں
ہو اگر نہر یہ کوثر بھی تو میں تف نہ کروں

(۳۹)

جانے کیا ہم سے شجاعوں میں ہے ہمت کیسی
ملتی ہے تیغوں کے پھل کھانے سے لذت کیسی
درد جب آپ دوا ہو تو اذیت کیسی
اٹھنا دنیا سے شہادت ہے ہلاکت کیسی
جو جو کام آگئے مردہ نہ وہ کہلائیں گے
رزق دروازۂ رحمت سے سدا پائیں گے

www.emarsiya.com

(۴۰)

ان کی تیغوں کی رہیں تا بہ ابد جھنکاریں
ہوگی اب اور نہ ہوئیں ایسی کبھی پیکاریں
ان میں کفاروں کی چمکے گی نہ اب تلواریں
ہاشمی خون کی بے کار نہ ہوگی دھاریں
جھنڈا اسلام کا اُس اوج پہ لہرائے گا
کہ ہر اک گوشۂ دنیا سے نظر آئے گا

(۴۱)

سوچے کیا تجھکو، کدھر حق ہے کدھر ہے باطل
ارے بیعت کریں ظالم کی امامِ عادل
کہتا ہے فتح نہ ہوگی، ہے جدل لا حاصل
فعلِ معصومؑ عبث ہوتا ہے کیوں او جاہل
قید ناموس ہوں اسباب لٹے گھر جل جائے
فتح یہ ہو کے رہے حلق پہ خنجر چل جائے

(۴۲)

اس سے پہلے کے جہادوں کی رہی شان جدا
ہیں وہ میدان جدا اور یہ میدان جدا
کربلا کا ہے جہاد اس کا ہے عنوان جدا
وقت کو دیکھ کے رحمت کے ہیں سامان جدا
آج اس طور سے دشمن پہ ظفر پائیں گے
بے کسوں پاس ہے جو کچھ وہ لٹا جائیں گے

(۴۳)

درد دکھ ذلت و توہین و مصیبت آلام
ہیں یہ سب کوشش اس کی ہو بقائے اسلام
کامیابی کے ہیں آثار شہادت کے پیام
دینِ احمدؐ رہے قایم ہے یہی فتحِ امامؑ
ہے شکست اپنی اگر آج تو بس بیعت ہے
آخری کفر اور اسلام کی یہ قیمت ہے

(۴۴)

آج حیدرؑ سا نہ فاتح نہ ہے صفدر فاتح
تھے نہ ایسے کبھی ہمراہ پیمبرؐ فاتح
پیاسے بچے بھی ملا کر ہیں بہتر فاتح
حد شجاعت کی یہ ہے ہیں علی اصغرؑ فاتح
ہے جدا شانِ جہاد اس میں سبھی فاتح ہیں
ناتواں عابدؑ و ناموسِ نبیؐ فاتح ہیں

(۴۵)

دیں کے شاہوں کی یہی فتح نہیں او بے پیر
قتل و غارت ہو اسیری ہو بہ زورِ شمشیر
حق جو ہے ساتھ تو ہیں درد بھی ان کے اکسیر
ہے ظفر ہوئے شہادت کہ لٹیں یا ہوں اسیر
مقتدر ہونے پہ ذرّے بھی کبھی کھاتے ہیں
بے کسی عاصیوں کی دیکھ کے رہ جاتے ہیں

(۴۶)

تو سمجھتا ہے حسینؑ آئے لڑائی کے لئے
ہے غلط آئے ہیں وہ وعدہ وفائی کے لئے
قید ہیں نرغہ میں امت کی رہائی کے لئے
چپ کے ہیں صبر کی دنیا پہ خدائی کے لئے
قصہ لشکر کا جو چاہیں تو ابھی پاک کریں
ذرّے بے حس بھی اٹھے اٹھ کے جبہ خاک کریں

(۴۷)

جنگ کے دھیان سے بالفرض جو سرورؑ آتے
اس علالت میں بھلا عابدؑ مضطر آتے
مانا یہ سینہ سپر ہونے کو اکبرؑ آتے
کس لئے آتے حرم کیوں علی اصغرؑ آتے
سبھی سامانِ وغا حسبِ ضرورت کرتے
یوں مصر ہوکے نہ انصار کو رخصت کرتے

(۴۸)

ہیں یہ آثار غضب فتح کے عنواں نہ سمجھ
دوزخی شعلے سمجھ بزمِ چراغاں نہ سمجھ
قتل کو حضرتِ شبیرؑ کے آساں نہ سمجھ
عرصۂ حشر سمجھ جنگ کا میداں نہ سمجھ
آخری دین کی تکمیل کی منزل ہے آج
صبر شۂ ظلمِ یزیدی کے مقابل ہے آج

(۴۹)

آزمایش تو کرے گھیر کے لشکر مجھکو
کس لئے کہتے ہیں سب ثانیِ حیدرؑ مجھکو
کثرتِ فوج سے دھمکاتا ہے خودسر مجھکو
شیر سے بڑھ کے سمجھتے ہیں غضنفر مجھکو
مرحبوں جب بھی مرے نعرے سے تھرائیں گے
مرے مدفن کی بھی جھوٹی نہ قسم کھائیں گے

(۵۰)

دیکھے صف بستہ جواں، بڑھتے قدم بھی دیکھیں
زور بل بازوؤں کے تیغوں کے دم بھی دیکھیں
اپنی جاں بازیاں سب اہلِ ستم بھی دیکھیں
اپنے لشکر میں جری کون ہے ہم بھی دیکھیں
بھاگتا فوج کا ہر افسر بدخو دیکھے
کون ادھر ہے یہ سمجھنے کا مزا تو دیکھے

(۵۱)

حملے شیرانہ کوئی آڑ سے تکتا ہوا ہو
پچھلے پیروں کوئی دہشت سے سرکتا ہوا ہو
نکلے دم اور شکار اپنا پھڑکتا ہوا ہو
خون برچھوں سے انی پہ ٹپکتا ہوا ہو
خوب ہے جدوکد اس وعدہ وفائی میں جو ہو
شیر کو موت بھی پیاری ہے ترائی میں جو ہو

(۵۲)

چپ ہوا سنتے ہی یہ کچھ نہ دیا اُس نے جواب
دوزخی تھا وہ لعیں سوجھتی کیا راہِ ثواب
غیظ غصے میں جو پلٹا طرفِ فوج شتاب
مستعد بہرِ جدل ہوگئے سب خانہ خراب
منہ جو ملعون کا افواجِ خدا نے دیکھا
قبضۂ تیغ اسد شیرِ خدا نے دیکھا

(۵۳)

طبل نے دی یہ صدا جنگ کی نوبت آئی
چلّے کے تیروں نے کہا فوج کی شامت آئی
آستیں الٹی قدم چومنے نصرت آئی
شان اُس وقت کی بول اٹھی قیامت آئی
کھنچتے ہی تیغ اڑے سر صفِ بے جا الٹی
تھے جو شہپر ہوئی خیر نہ دنیا الٹی

(۵۴)

خوں سے رنگیں جو ہوئی تیغ پری بن کے چلی
دم میں لاکھوں کے گلے کٹ گئے جب تن کے چلی
پرزہ کرتے ہوئے مِگ بکتر و جوشن کے چلی
کر کے اسوار کو دو زین پہ توسن کے چلی
کاٹ کر رخش کو جب سوئے زمیں آتی ہے
یا علیؑ کہتے ہیں طبقے تو یہ رک جاتی ہے

(۵۵)

جنگ کے ملتی ہے گلے کاٹتی ہے سر تلوار
دست و بازو کے دکھا جاتی ہے جوہر تلوار
زد پہ آجائے اگر کاٹ دے پیکر تلوار
وہ کہاں برق میں رکھتی ہے جو تیور تلوار
کیوں گراں قدر نہ ہو کیوں نہ ہو شہرت اس کی
ضربتِ ابنِ یداللہؑ ہے ضربت اس کی

(۵۶)

حق میں کافر کے ہوائے دمِ شمشیر ہے قہر
دھار کہئے نہ یہ بحرِ غضبِ حق کی ہے لہر
پانی وہ پانی جو دشمن کے لئے قاتل زہر
چھوٹیں ہیں آب میں ہے تیغ چھلکتی ہوئی نہر
حلقے جوہر کے جو ہر بار جھلک جاتے ہیں
تارے ڈوبے ہوئے پانی میں نظر آتے ہیں

(۵۷)

رخش کے ٹھاٹھ وہ ہیں شیرِ نیستاں کہیے
دیکھ کر اوڑتے ہوئے تختِ سلیماں کہئے
کم سے کم برقِ مجسم دمِ جولاں کہیے
ذہن تھک جائے اگر قدرتِ یزداں کہئے
نظریں شوقینوں کی الجھتی ہیں جدھر پھرتا ہے
چشمۂ نور ابلتا ہے کہ کف گرتا ہے

www.emarsiya.com

(۵۸)

ہوش پریوں کے اوڑیں اوڑنے میں انداز ایسا
مرمٹے چال پہ معشوق قدم باز ایسا
بیٹھے عباسؑ سا اسوار سرفراز ایسا
زیرِ سُم جادۂ حق رہتا ہے ممتاز ایسا
حشم تختِ سلیماں سے حشم برتر ہے
علمِ فوجِ خدا سایۂ قلّن سر پر ہے

(۵۹)

سایا پڑ جائے اگر ابر کو نسیاں کردے
پھول غنچوں کو کرے پھولوں کو خنداں کردے
ہو عرق ریز تو جنگل یہ چراغاں کردے
ناز رفتار سے معشوقوں کو حیراں کردے
سُم ایجادوں کا ہر گام پہ چہرہ اترے
جب پڑے نقشِ قدم حشر کا نقشہ اترے

(۶۰)

عاشقِ آلِ نبیؐ بغض ہے بے پیروں سے
کوشش آپ میں غافل نہیں تدبیروں سے
جاتا ہے بچتا ہوا نیزوں سے شمشیروں سے
برچھوں اوڑتا ہے کہ مشکیزہ بچے تیروں سے
رحمت اللہ کی ہے ساتھ یہ وہ گھوڑا ہے
پیاسے بچوں کا خیال اس کے لئے کوڑا ہے

(۶۱)

دن ہوا ڈھالوں سے تاریک یہ اندھیر بڑھا
ہر طرف لاشوں کا انبار بڑھا ڈھیر بڑھا
پُل تن تیغ سے ہوتے جو گئے زیر بڑھا
وہ دبی فوج ترائی کی طرف شیر بڑھا
پٹے جراروں کے کائی کی طرح پھٹتے تھے
بڑھتے تانے تھے مگر، پچھلے قدم ہٹتے تھے

(۶۲)

برق جولاں ہے فرس اوج پہ ہے ابر غبار
جگمگاتے ہوئے ذرّوں میں ہے تاروں کی بہار
شب میں ڈھالوں کی چمکتی ہے ہلالی تلوار
کیوں ہیں چپ، بادہ پرستوں میں ہو ساقی کی پکار
ہاں مئے رنگ لپکتا ہوا سبزہ بھی ہے
چاندنی رات بھی ہے ابر بھی دریا بھی ہے

(۶۳)

خندۂ برق وہاں ہے، ہو یہاں خندۂ جام
ہوتے ہیں خوں میں شرابور ادھر بد انجام
تر بہ تر ہوں مئے عرفاں سے ادھر رند تمام
مژدہ ہوں خلد کے یاں نار کے واں ہوں پیغام
ہو اُدھر شورِ اماں فوج کے مکاروں میں
اس طرف نعرے ہوں صلوات کے مئے خواروں میں

(۶۴)

ساقیا روح ہے بے چین بس اب ساغر دے
مئے عرفاں کا مجھے جام سرِ منبر دے
بڑھ گئی آج کھٹک زخمِ زباں کے بھر دے
چپ رہا تیرے سہارے پہ تسلی کردے
جوشِ خوں جوش سے بادہ کے عیاں ہے ساقی
دود مئے ہے کہ میرے دل کا دھواں ہے ساقی

(۶۵)

ہے تری بذل و عطا سے ہے زمانہ آگاہ
میکش اب اور بڑھے بزم میں ماشاءاللہ
کل یہیں پی مئے سر جوش یہ منبر ہے گواہ
آج بھی مجھ پہ رہے خاص عنایت کی نگاہ
سب کی نظریں ہیں ادھر بات میری رکھ لینا
جو مرے منہ کو لگا ہے وہی بادہ دینا

(۶۶)

جس کے پینے سے گناہوں کا ہو دفتر سادہ
حکمِ خالق سے بنایا جو گیا وہ بادہ
نشہ میں جس کے نہیں چھوٹتا حق کا جادہ
جس سے خوش رنگ اطاعت کا ہوا سجّادہ
جو ہر ایک مرحلہ آسان کرے عقبیٰ میں
جس کے پینے کے لئے آئے ہیں سب دنیا میں

(۶۷)

آ بہی جس کی ہر اک بوند میں جنت کی شمیم
نور سے جس کے اُسے جانا ہے رحمٰن و رحیم
جلوہ جس بادہ کا دیدارِ خدا سمجھے کلیمؑ
کیف جس مئے سے اٹھایا کئے ہیں ابراہیمؑ
آنکھیں نکووں سے رو صبر و رضا ملتی ہے
جس کے پینے سے کلیجہ پہ چھری چلتی ہے

(۶۸)

چشمِ حق بیں میں بڑھا دیتی ہے جو عزّ و وقار
مر مٹے جس پہ جوانانِ جناں کے سردار
جس کے چھینٹوں کو سمجھتے تھے خلیلؑ ابرِ بہار
موج وہ نوحؑ کی کشتی ہوئی طوفان سے پار
جس کے نشہ میں تمناؤں کا ساحل ڈوبا
دیکھتے رہ گئے اُف کر نہ سکے دل ڈوبا

(۶۹)

کہہ سُنایا تھا جو کل میں نے کچھ افسانۂ دل
دی شراب ایسی کہ روشن ہوا کاشانۂ دل
نظرِ لطف سے رحمت ہوئی پروانۂ دل
آج بھی بھر اُسی انداز سے پیمانۂ دل
دیکھے جو مجھکو اُسے پینے کا جوش آجائے
مئے پرستوں کو مرے نشہ سے ہوش آ جائے

(۷۰)

جمع میکش ہیں ترے دستِ کرم پر ہے نظر
حال روشن ہو میرا دیکھ پیالے کو اگر
موج بادہ ہے کہ آئینۂ قلبِ مضطر
حرکت ہے جام کو اوڑتی ہے مئے دے ساغر
ضبط سے شوق کے جذبوں کا اثر جانے لگا
دل کی لوگتی ہے بادہ میں وہ جوش آنے لگا

(۷۱)

جامۂ زہد کے جس بادہ سے رنگیں ہوئے تار
پھول ہو جس میں معتقت نے بھرے رنگ ہزار
کانٹا لگنے کا نہ ہے عیب نہ ہے نقصِ خمار
دم بدم پی نہ چھکے پھر بھی رسولِؐ مختار
اشکِ خوں آنکھوں سے قلت پہ سدا بہتے رہے
سیر نیت نہ ہوئی آپ یہی کہتے رہے

(۷۲)

ہے مہک ایسی کہ آجاتا ہے بے ہوش کو ہوش
کرتی ہے بوند ہر اک آتشِ دوزخ خاموش
موج آئینۂ فردوس نما عصیاں پوش
جوش زن قلزمِ رحمت ہے کہ بادہ میں ہے جوش
مئے سے اٹھ اٹھ کے دھواں اوج پہ چھا جاتا ہے
چشمِ حق بیں میں لوا حمد کا لہراتا ہے

(۷۳)

اتنا مجمع ہے کہ زانو ہے بدلنا مشکل
لیکن اعجاز سے کیا جام کا چلنا مشکل
محو مئے خوار ہیں ساغر ہے سنبھلنا مشکل
آنکھیں کہتی ہیں کہ بادہ ہے اچھلنا مشکل
ساعتیں آج تمنائیں بر آنے کی ہیں
نظریں ترسی ہوئی مینا کے گلے لپٹی ہیں

(۷۴)

طلبِ بادہ بھی مستِ مئے دیدار بھی ہے
دیکھئے جس کو وہ بے ہوش بھی ہشیار بھی ہے
مے کی تعریف میں کیفیتِ اصرار بھی ہے
تو تو اس بادہ کا ساقی بھی ہے مئے خوار بھی ہے
کیوں نہ پھر پینے پلانے کا یہ پیمانہ ہو
گھر جب اللہ کا ساقی کا زچاخانہ ہو

(۷۵)

واقعہ کہتا ہے میں کیوں کہوں کیوں کر پی ہے
بھرے میدان میں دن کو سرِ منبر پی ہے
ایک ہی جام میں ہمراہِ پیمبرؐ پی ہے
فرقِ احمدؐ سے بلند آپ نے ہو کر پی ہے
دیکھ کر ہوش و حواس اہلِ دغا کے گم تھے
دیں کی تکمیل کا پیمانہ غدیری خم تھے

www.emarsiya.com

(۷۶)

بت کدہ میں بھی کبھی دور مئے اطہر تھا
کیفِ بادہ سے تجھے جوش جو افزوں تر تھا
دوشِ محبوبِ الٰہی پہ لئے ساغر تھا
پیتے ہی پیتے صنم خانہ خدا کا گھر تھا
اوج کو تیرے ہر اک جن و ملک تکتا تھا
نشہ ایسا تھا کہ تو عرش کو چھو سکتا تھا

(۷۷)

بارہا پی سپر شافعِ محشر بن کے
کفر پسپا ہوا پی قاتلِ عنتر بن کے
پی ہے خندق پہ کبھی فاتحِ خیبر بن کے
پی کبھی بسترِ احمدؐ پہ پیمبرؐ بن کے
معجزے بادۂ عرفاں کے بھی ہوتے ہیں
کہدیا دیکھنے والوں نے نبیؐ سوتے ہیں

(۷۸)

وہ نگہبانوں میں دریا کے اٹھا شور اماں
گھاٹ کی فوج بھی سب ہوگئی خوں میں غلطاں
بھاگتے پھرتے ہیں کہتے ہوئے یہ پیل تواں
غصہ کم کیجئے اب بہرِ خدا ہر دو جہاں
روکئے ہاتھ علمِ تیغ شرر بار نہ ہو
حملہ اب کوئی بچے حیدرؑ کرار نہ ہو

(۷۹)

مل گئی خوب ہمیں اپنے گناہوں کی سزا
رحم کر رحم بس اب اے اسدِ شیرِ خدا
دشت تیرا ہے ترائی تری دریا تیرا
واسطہ پیاسی سکینہؑ کا ہے بھر مشکیزہ
ہم کو پینے کی رضا دے نہ رضا دے چاہے
نام پر پیاسے شہیدوں کے لٹا دے چاہے

(۸۰)

نعرے مزمز کے یہ ہیں جنگ میں کرتے ہو قصور
بھالے ہاتھوں میں ہیں اس پر بھی ہٹے جاتے ہو دور
لاشے ہیں ٹھوکروں میں ان کے جو تھے فوج میں سور
ہے سزا اُس کی جو سمجھے شہیدوں کو مجبور
جام کوثر کے منگانے سے نہیں قاصر ہیں
دین دنیا کے ہیں مختار مگر صابر ہیں

(۸۱)

حکم کرتے تو نہ کر سکتا کنارہ دریا
آتا خشکی میں زمیں کاٹ کے سارا دریا
میرِ کوثر کے خلف سے ہے کیا پیارا دریا
اب کہو ہے یہ تمھارا کہ ہمارا دریا
کہہ کے یہ فتح کا جھنڈا بہ حشم گاڑ دیا
مشک لی کاندھے سے ساحل پہ علم گاڑ دیا

(۸۲)

نہر میں گھوڑا بڑھاتے ہوئے جب آئے جناب
سمتِ ساحل کیا رخ پانی کے دھارے نے شتاب
موجیں تعجیل سے بڑھنے لگیں ہو کر بے تاب
پھوٹ کر روئے بڑھے آبِ رواں ہو کے حباب
حسرتیں تھیں کہ دمِ تشنہ دہانی پی لے
میرِ کوثر کا خلف نہر سے پانی پی لے

(۸۳)

باوفا حضرتِ عباسؑ تھے پیتے کیوں کر
پھنکتا تھا سرد ہواؤں کی برودت سے جگر
الغرض تسمے کو کھولا جو بحالِ مضطر
مشک کو بچوں کی موجوں نے لیا ہاتھوں پر
جوش زن نہر ہوئی پیاسوں کی بے آبی سے
پانی مشکیزہ میں آنے لگا بے تابی سے

(۸۴)

مشک بھرتے ہیں نظر دل کی ہے یزداں کی طرف
نگراں ہیں بہ غضب فوجِ بد ایماں کی طرف
گہ نظر خیمۂ شاہنشہِ ذیشاں کی طرف
گہہ یاس کبھی گنجِ شہیداں کی طرف
دیکھ کر نہر جو بچھڑے ہوئے یاد آتے ہیں
دل جگر پھٹتے ہیں اور اشک ٹپک جاتے ہیں

(۸۵)

کہتے ہیں کاش کہ تم سب لبِ ساحل ہوتے
تر یہ پپڑائے ہوئے ہونٹ خشک دل ہوتے
آب لے جانے سے مانع جو یہ جاہل ہوتے
مشک پہ سینہ سپر ہو کے مقابل ہوتے
خوں برستا ہوا ہر تیغ دو دم سے جاتا
پانی بچوں کا بڑے جاہ و حشم سے جاتا

(۸۶)

وہ مدد چاہتا ہے تم سے وفا داروں کی
تن تنہا جو لڑا فوجوں سے غداروں کی
بے دھڑک کود پڑا آنچ میں تلواروں کی
کیا کرے مشک ہے یہ فاطمہؑ کے پیاروں کی
بے بسی وہ ہے کہ دل ٹکڑے ہو جاں بازوں کا
آج عباسؑ کو ڈر ہے قدر اندازوں کا

(۸۷)

بھر چکے مشک ابنِ ساقیِ حوضِ کوثر
تسمہ عجلت سے کسا نام خدا کا لے کر
چار سو دیکھ کے مشکیزہ رکھا کاندھے پر
بھر کے اک سرد نفس نہر سے آئے باہر
ہائے اک گھونٹ دمِ تشنہ دہانی نہ پیا
ذکر کیا آپ کا راہوار نے پانی نہ پیا

(۸۸)

گھاٹ پر آگئے جب آپ بصد درد و الم
رکھا کاندھے پہ اُسے نصب کیا تھا جو علم
سمتِ خیمہ نہ بڑھے تھے ابھی دو چار قدم
بھر گئی رن کی زمیں ڈٹ گئی یوں فوجِ ستم
کھنچ گئیں تیغیں ہزاروں ہوئے اعدا حائل
سامنے شیر کے تھا لوہے کا دریا حائل

(۸۹)

اپنی مجبوریوں پہ زخمِ جگر ہیں آلے
پانی بھر لائے تو لیجانے کے اب ہیں لالے
آسماں وعدہ وفاؤں پہ نہ ایسی ڈالے
سرخ آنکھیں ہوئیں بڑھ آئے جو برچھی والے
جوش پہ جوشِ بہادر کو چلے آتے ہیں
مشک پہلو میں جو ہے دیکھ کے رہ جاتے ہیں

(۹۰)

تن کے فرماتے ہیں تم کو نہیں کچھ شرم و حیا
پیاسا دو روز سے ہے آقا کا بچا بچا
مشک سے ایک بھی قطرہ جو گرا پانی کا
نہر کے سامنے لہرائے گا خوں دریا کا
روئیں گے پیاسوں کے ٹھنڈے نہ اگر دل ہوں گے
بچے واں تڑپیں گے کشتہ یہاں بسمل ہوں گے

(۹۱)

پانی جب بھرتے تھے ہم کیوں نہ بڑھے ظلم اساس
خیر ایسے میں ہے کہ ہٹ جاؤ بہ عجلت چپ و راس
غیظ غصے کو بہت ٹال رہا ہے عباسؑ
صدقے اس پانی کا اس مشک سکینہؑ کا ہے پاس
راستہ دیکھ رہی ہوگی ملال اس کا ہے
پیاسی بچی سے جو وعدہ ہے خیال اس کا ہے

(۹۲)

غش پہ غش آتے ہیں اب طاقتِ فریاد نہیں
دل ہے انسان کا پتھر نہیں فولاد نہیں
ہم جری شیر بہادر ہیں یہ جلاد نہیں
تم میں سے کوئی بھی کیا صاحبِ اولاد نہیں
ضد جو بچوں کی ہو بے جا بھی اٹھا لیتے ہیں
پیاس سے جھڑکیں تو پانی نہیں لا دیتے ہیں

(۹۳)

سُن کے تقریر یہ سکتے میں ہوئے عربدہ جو
ٹکڑے پتھر کے کلیجے ہوئے ٹپکے آنسو
رنگ یہ دیکھ کے بولا ابنِ سعدِ بدخو
چھوڑا اس وقت اگر پھر نہ رہے گا قابو
تر نہ ہو خون سے ایسی کوئی شمشیر نہ ہو
گھیر کے مار لو اب شیر کو تاخیر نہ ہو

www.emarsiya.com

(۹۴)

چار جانب سے یہ سنتے ہی ستم گر آئے
بھاگے تھے جو وہی نامرد قریں تر آئے
تیغیں تولے ہوئے کھینچے ہوئے خنجر آئے
غیظ عباسؑ سے غازی کو نہ کیوں کر آئے
کانپے غصے سے ہوا قہر کی یکبار چلی
سر کٹے دم میں چھٹی بھیڑ وہ تلوار چلی

(۹۵)

یک بہ یک فوج کا انبوہ بڑھا اور سوا
دونوں شانوں پہ پڑے وار ہوئے ہاتھ جدا
گرا تھرّا کے زمیں پر علم فوج خدا
مشک گرنے جو لگی دانتوں سے تسمہ دابا
واقف اُن سے نہیں دکھ درد جو تقدیر میں ہیں
بچے پیاسے نہ رہیں آپ اسی تدبیر میں ہیں

(۹۶)

خون شانوں سے رواں ضعف کے مارے ہیں نڈھال
تسمہ دانتوں میں دبا سینے پہ مشکِ اطفال
مطمئن نفس یہ ہے جان کا خطرہ نہ خیال
ہے تو بس تشنہ دہانی کا صغیروں کی ملال
سُن سے دل ہوتا ہے جب تیر ستم آتے ہیں
معہ مشکیزہ یہ رہوار پہ جھک جاتے ہیں

(۹۷)

دل یہ کہتا ہے سکینہؑ سے مخاطب ہو کر
بی بی تقدیر سے ہو جاتا ہے مجبور بشر
زور کیا اپنا ہم اس وقت یہ چاہیں بھی اگر
بوند پانی نہ گرے خون بہے چلو بھر
حال معلوم ہے تم تک مگر آ سکتے نہیں
پاس پانی ہے مری جان پلا سکتے نہیں

(۹۸)

ہائے اب حضرت عباسؑ میں باقی نہیں دم
خوں بہا شانون سے اتنا کہ ہے غش کا عالم
وار ہر سمت سے کرتے ہیں پیا پے اظلم
ہے غضب مشکِ سکینہؑ پہ لگا تیر ستم
مردنی چھایا ہوا چہرا بھی کہتا ہے
پانی مشکیزہ سے یا دل سے لہو بہتا ہے

(۹۹)

کیا کریں ہاتھ نہیں پانی کو روکیں کیوں کر
پیاسے بچے رہے اس دھیان سے پھٹتا ہے جگر
تھی نظر آب رواں پر کبھی ہاتھوں پہ نظر
کہ پڑا گرز گراں بار سر اقدس پر
جس کا یہ حال ہو کیوں کر نہ وہ جرّار گرے
ہائے رہوار سے عباسؑ علمدار گرے

www.emarsiya.com

(۱۰۰)

فتح کے باجے بجاتی تھی اُدھر فوج گراں
غش تھے یاں حضرتِ عباسؑ لہو میں غلطاں
گرد پھرتا تھا جو رہوار یہ درد و حرماں
آ نہ سکتا تھا جری پاس کوئی دشمن جاں
شور و غل جب یہ سنا مضطر و غمگیں آئے
لے کے ساتھ اکبرؑ مہرو کو شہؑ دیں آئے

(۱۰۱)

لپٹے بھائی کے گلے آ کے شہنشاہؑ ہدا
زور بازو کا گھٹا دیکھے جو ہیں ہاتھ جدا
گل زہراؑ سے دماغ ان کا معطر جو ہوا
آ گیا ہوش کھلی آنکھ کہا صلِ علیٰ
شہؑ نے فرمایا نہ خاموش رہو اے بھائی
غم سے دل پھٹتا ہے کچھ حال کہو اے بھائی

(۱۰۲)

جو جو گزری تھی سنا کر یہ کہا وقت ہے کم
آخری عرض یہ ہے آپ سے اے شاہِ امم
رستہ وہ دیکھ رہی ہوگی بہ چشم پرنم
دیکھیے گا مری پیاسی کو تسلی پیہم
آسرا پانی کا کاہے کو اُسے دے کے چلا
تشنہ لب رہ گئی دنیا سے یہ غم لے کے چلا

(۱۰۳)

مجھ سے مانوس ہمیشہ سے ہے وہ نورالعین
اُس کا آنسو جو گرا روح رہے گی بے چین
نہ بچھے صف مرے ماتم کی نہ پرسہ ہو نہ بین
سن کے کھائے گی پچھاڑیں وہ بصد شیون و شین
ہوں غلام آپ کا زحمت نہ یہ فرمائے گا
لاش عباسؑ کی خیمہ میں نہ لے جائیے گا

(۱۰۴)

دیکھ کر آپ کو پوچھے جو کہ عمو ہیں کہاں
کہیے گا آتے وہ شرماتے ہیں اے راحتِ جاں
پانی لاتے تھے تمھارے لئے بی بی وہ یہاں
کہ لگا تیر چھدی مشک ہوا آب رواں
روئے گی حال یہ میرا نہ بتا دیجئے گا
خون پھٹ جائے تو مشکیزہ دکھا دیجئے گا